جہیز کی رسم اور اسلامی تعلیمات

مفتی عبید الرحمٰن
مردان

یوں تو انسانی زندگی کے اہم شعبے عموماً بے بنیاد رسوم وروایات کے گہرے سایوں میں گرے پڑے ہیں، جن کے نقصانات ونتائج تو اپنی جگہ ہیں ہی؛ لیکن بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ انسانی زندگی مختلف مشکلات ومسائل کا شکار ہو جاتی ہے۔ ان میں سے ایک اہم ترین شعبہ ''شادی بیاہ'' ہے جو ہمیشہ سے رسوم وروایات کے نرغے میں رہتا ہے اور شادی سے متعلقہ رسوم میں سے ایک اہم رسم ''مروجہ جہیز'' ہے۔ جہیز سے مراد وہ ساز وسامان ہے جو شادی بیاہ کے موقع پر لڑکی کے اہل خانہ کی طرف سے مہیا کیا جاتا ہے، چاہے وہ نقد، سونا وچاندی اور زیورات کی شکل میں ہو یا فرنیچر، برتن وغیرہ روزمرہ استعمال ہونے والی چیزوں کی صورت میں۔

شرعی اور فقہی حیثیت

''جہیز'' کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ فقہی نقطۂ نظر سے اس کی حیثیت ہبہ اور عطیہ کی ہے، جو والدین وغیرہ کی طرف سے لڑکی کو بلاعوض فراہم کی جاتی ہے؛ لہٰذا اس کے بذاتِ خود جائز ہونے؛ بلکہ خلوصِ نیت سے ہو تو احسان اور کارِ خیر ہونے میں شبہ نہیں ہے، خصوصاً بیٹی یا بہن کو کچھ داد دہش دینا نیکی اور بھلائی کی بات ہے، لیکن دین اور علم دین سے تعلق رکھنے والے حضرات کے لیے یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ بہت سی چیزیں فی نفسہٖ جائز بلکہ مندوب ہونے کے باوجود بعض علت کی وجہ سے مذموم وممنوع بن جاتی ہیں۔ مروجہ رسم ''جہیز'' بھی بحالتِ موجودہ یہی صورت اختیار کر گئی ہے اور فی نفسہٖ مندوب ہونے کے باوجود اب اس کے ساتھ اس قدر مفاسد ومنکرات وابستہ ہو چکے ہیں کہ اس کی کھلی چوٹ دینا کسی طرح قرینِ قیاس نہیں رہا۔ ذیل میں اس کے چند مفاسد لکھے جاتے ہیں:

غیر معمولی حد تک پابندی

اس بات میں دو رائے نہیں ہیں کہ جہیز شرعاً ایک غیر ضروری چیز ہے، شریعت نے کہیں اس کو لازم یا

ضروری قرار نہیں دیا اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پاکیزہ بیٹیوں کی رخصتی کے موقع پر جو کچھ دیا تھا، اس کی حیثیت جہیز کی تھی اور اس کو جہیز کے لیے بنیاد قرار دیا جائے تو بھی اس کی نوعیت زیادہ سے زیادہ ایک مندوب عمل کی ہوگی، اس کو فرض یا واجب تو کجا، سنتِ مؤکدہ قرار دینا بھی درست نہیں۔ اب ہر حال میں اس کا انتظام واہتمام کرنا شرعاً کسی طرح پسندیدہ نہیں ہے؛ بلکہ اگر اس کو لازم قرار دیا جائے تو بدعت ہونے میں بھی کلام نہیں۔

غلط رسم کی بنیاد ڈالنا یا تائید کرنا

اگر کوئی شخص اپنی ذات کی حد تک اس کو لازم نہ بھی سمجھے؛ لیکن اس کے باوجود اس کی پابندی کرتا ہے، تو بھی اس سے اس رسمِ باطل کی تائید وتقویت ہوتی ہے۔

مزاجِ شریعت سے تصادم

نکاح سے متعلق شرعی تعلیمات پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ اس میں یسر وسہولت اور سادگی پسندیدہ ہے، اس موقع پر غیر ضروری مالی اخراجات یا عملی انتظامات شریعت کے مزاج ومذاق کے خلاف ہیں؛ کیونکہ یہی سرگرمیاں رفتہ رفتہ نکاح کا حصہ بنتی جاتی ہیں اور اگر کہیں اس کی تکمیل کے اسباب وسائل میسر نہ ہوں تو اس کی وجہ سے نکاح بھی مؤخر یا معطل ہو جاتا ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے:

”عن سعید بن أبي ھلال: أن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال: تناکحوا، تکثروا، فإني أباھي بکم الأمم یوم القیامۃ.“(۱)

ترجمہ: ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: نکاح کر کے اولاد کی کثرت کرو؛ کیونکہ میں قیامت کے دن آپ کی وجہ سے دوسری اُمتوں پر فخر کروں گا۔“

نکاح کو مشکل بنانا: بے حیائی کا فروغ

عقل اور تجربہ، دونوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نکاح کو مشکل بنانے سے معاشرے میں بے حیائی کو فروغ ملتا ہے اور عفت وعصمت کی چادریں تار تار ہو جاتی ہیں؛ چنانچہ نفسانی خواہشات فطری طور پر عاقل بالغ آدمی کے اندر ودیعت رکھے گئے ہیں، اگر اس کے لیے کوئی جائز راستہ مہیا نہ ہو تو ناجائز پہلو کی طرف قدم اُٹھے گا۔ اگر ان فطری خواہشات کی تسکین کا جائز راستہ موجود تو ہو؛ لیکن طرح طرح کے تکلّفات اور پابندیوں کو اس کا حصہ بنا کر پیچیدہ تر بنا دیا جائے تو بھی عام متوسط افراد بروقت اپنی ضرورت کی تکمیل نہیں کر پائیں گے اور اس کا بھی نتیجہ وہی ظاہر ہوگا کہ ناجائز راستوں کی بادہ پیمائی شروع ہو جائے گی۔

انسانی تاریخ کا تجربہ بہر حال اس بات کی تصدیق فراہم کرتا ہے؛ چنانچہ ماضی کی طرح اب بھی جن معاشروں میں جلدی اور سادگی کے ساتھ نکاح کرنے کا دستور ہے، وہاں فحاشی، بے حیائی اور بدکاری کے واقعات کم پیش آتے ہیں اور جہاں اس کے برعکس شادی بیاہ کا انتظام مشکل اور پیچیدہ ہوتا ہے وہاں بے حیائی اور بے پردگی کے نمونے زیادہ دیکھنے کو ملتے ہیں؛ اس لیے شادی بیاہ کے معاملات میں غیر ضروری رسموں کو جگہ دینے کا نتیجہ یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی بدولت معاشرے میں بے حیائی اور بے پردگی کو فروغ ملتا ہے۔

لڑکے والوں کی جانب سے جہیز کا مطالبہ

ہمارے یہاں ایک لمبے عرصہ سے جہیز کے لین دین کا تعامل جاری ہے، اس لیے اب وہ نکاح کا ایک ضروری حصہ بن چکا ہے، لڑکی والے بھی اس کا پورا انتظام کرتے ہیں اور لڑکے والوں کی طرف سے بھی اس کے باقاعدہ مطالبے ہوتے ہیں، بلکہ متعدد جگہوں پر تو اس رواج نے اس حد تک ترقی کی ہے کہ رشتہ کی بات طے کرتے وقت ہی ساتھ یہ بھی طے کیا جاتا ہے کہ جہیز میں کیا کیا ملے گا؟ اس کا ایک نقصان تو یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ لڑکی کے اہلِ خانہ اکثر اوقات شرما شرمی میں اور دلی رضامندی کے بغیر ہی جہیز دینے پر مجبور ہوجاتے ہیں اور دوسرا خراب نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ اس کے بدلے پھر لڑکے کے اہلِ خانہ سے بھی مختلف چیزوں کا مطالبہ شروع ہوجاتا ہے؛ حالانکہ یہ دونوں باتیں شرعاً ممنوع، گناہ اور اخلاقی ومعاشرتی لحاظ سے حد درجہ نامناسب ہیں۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس پر کسی مسلمان کو ملامت کرنا اور طعنے دینا جائز ہوسکے۔ حدیث شریف میں ہے:

’’عن أبي حُرَّةَ الرَّقاشِيِّ، عن عَمِّهِ أن رسولَ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- قال: ”لا يَحِلُّ مالُ امرءٍ مُسلِمٍ إلا بطيبِ نَفسٍ مِنه.“‘‘(۲)

ترجمہ: ’’کسی مسلمان کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر لینا جائز نہیں۔‘‘

’’البحر الرائق‘‘ میں ہے:

’’ولو أخذ أهل المرأة شيئا عند التسليم فللزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة‘‘(۳)

ترجمہ: ’’اگر سسرال والے رخصتی کے وقت کچھ لے لیں تو شوہر واپسی کا مطالبہ کرسکتا ہے؛ کیونکہ شرعاً یہ رشوت کے زمرہ میں آتا ہے۔‘‘

’’فتاویٰ شامی‘‘ میں ہے:

’’(أخذ أهل المرأة شيئا عند التسليم فللزوج أن يسترده) لأنه رشوة.‘‘(۴)

ترجمہ: ’’اگر سسرال والے رخصتی کے وقت کچھ لے لیں تو شوہر واپسی کا مطالبہ کرسکتا ہے؛ کیونکہ شرعاً یہ رشوت کے زمرہ میں آتا ہے۔‘‘

غریب والدین اور لڑکی کو طعنوں کا سامنا

عام رسم ورواج کے برخلاف اگر والدین کمزور اور کم حیثیت کے لوگ ہوں اور وہ جہیز کا انتظام کیے بغیر ہی اپنی لختِ جگر کو رخصت کر دیں تو خود والدین کو بھی مختلف قسم کے طعن وتشنیع اور ملامت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور لڑکی کی زندگی بھی اسی کی نذر ہوجاتی ہے؛ چنانچہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اس کو یہ طعنے ملتے ہیں؛ حالانکہ جہیز بالکل نہ دینا یا کم دینا کوئی ایسا جرم نہیں ہے، جس کی وجہ سے کسی مسلمان پر طعن وتشنیع کی اجازت دی جاسکے۔

ناجائز کمائی پر مجبور کرنا

بہت سی مرتبہ لڑکی کے اہلِ خانہ ناجائز کمائی پر مجبور ہوجاتے ہیں اور جہیز کا انتظام کرنا اُن کے لیے متعدد منکرات کے ارتکاب کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اس کی صاف سیدھی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں پہلے سے ''متوسط جہیز'' میں بہت سی چیزیں داخل ہیں اور اس میں روز افزوں ترقی جاری ہے، نت نئی چیزیں اس فہرست میں جگہ پارہی ہیں؛ جب کہ عام طور پر حلال کمائی سے اس کا انتظام کرنا مشکل ہوجاتا ہے تو بسا اوقات چاروناچار اس کے لیے حرام ذرائع کی طرف ہاتھ اُٹھ جاتے ہیں؛ چنانچہ کہیں سودی قرض لیا جاتا ہے اور کبھی ناجائز کاروبار کی مختلف صورتیں اختیار کرلی جاتی ہیں۔

وقتی یا دائمی طور پر نکاح سے محروم

بہت سے غریب گھرانے ایسے ہیں جہاں کی لڑکیاں محض اس لیے نکاح سے محروم ہوتی ہیں کہ ان کے والدین اور بھائیوں کے پاس جہیز فراہم کرنے کی استطاعت نہیں ہے اور ایسا تو آئے دن دیکھنے میں آتا ہے کہ نکاح مکمل طور پر معطل تو نہیں ہوتا؛ لیکن اس میں خاصی تاخیر کی جاتی ہے اور بروقت شادی کرنا اسی فکرِ جہیز کی بدولت التوا کی نذر ہوجاتا ہے؛ حالانکہ عام حالات میں نکاح کرنا سنتِ مؤکدہ ہے اور اگر قوی خدشہ ہو کہ نکاح نہ کرنے یا ملتوی کرنے کی صورت میں بدنظری، بے حیائی یا بدکاری وغیرہ گناہوں میں مبتلا ہوجائے گا تو اس وقت نکاح کرنا واجب ہے۔ جو چیز مسنون عمل میں تاخیر یا تعطیل کا سبب بن جائے وہ اچھی نہیں ہے اور اگر اس کی وجہ سے کسی گناہ کا ارتکاب کرنے کی بھی نوبت آئے تو مذموم وشنیع ہونے میں شبہ نہیں ہے۔

دل ہی نہ چاہے بہانے ہزار

جو لوگ جہیز کی اس رسمِ بد کی حمایت وتائید کرتے ہیں وہ عموماً یہ کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں برِصغیر کے معاشرے میں چونکہ عموماً عورتوں کو اپنا مقررہ حصہ میراث کا نہیں دیا جاتا، اس لیے کیوں نہ اس موقع پر ان کے ساتھ خوب نیکی واحسان کا معاملہ کیا جائے؛ تاکہ ان کے حقوق کی کچھ تو تلافی ہوسکے!

لیکن یہ عذر کسی طرح لائقِ التفات نہیں ہے؛ کیونکہ وراثت میں جس طرح مردوں کا حصہ مقرر ہے اور ان کو اپنا حصہ دے دینا واجب ہے، یوں ہی عورتوں کو بھی اپنا مقررہ شرعی حصہ سپرد کر دینا ضروری ہے اور اس پر قبضہ جمانا حرام و مذموم ہے۔ جہیز کو اس کا متبادل قرار دینا قطعاً درست نہیں ہے؛ بلکہ اگر کوئی اس جذبے سے دینا چاہے تو یہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ دینے میں خلوصِ نیت بھی کارفرما نہیں ہے۔

یہ اشکال نہ اُٹھایا جائے کہ کچھ بھی نہ دینے سے کچھ کچھ دینا تو بہر حال بہتر ہے؛ کیونکہ پہلی صورت (یعنی بالکل کچھ حصہ نہ دینے) میں لوگ اپنے آپ کو کم از کم مجرم تو خیال کرتے ہیں اور اگر عملی طور پر وہ اس گناہ کے مرتکب بن جاتے ہیں کہ عورتوں کے حصے پر ناجائز قبضہ جماتے ہیں تو بھی کم از کم اس کو گناہ و جرم تو تصور کرتے ہیں؛ جب کہ جہیز کی صورت میں تو یہ احساس بھی مردہ یا نیم مردہ ہو جاتا ہے اور لوگ اپنے تئیں اپنے آپ کو مجرم ہی خیال نہیں کرتے۔

عملی تجاویز

ایک تلخ حقیقت یہ ہے کہ جہیز کی اس رسم بد نے ہمارے ہاں معاشرے کے تقریباً تمام طبقات میں اپنے لیے جگہ پیدا کی ہے اور تقریباً سبھی لوگ کسی نہ کسی شکل میں اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ ایسی چیز کو بدلنے کی مناسب صورت یہی ہے کہ:

الف: اپنی حد تک مضبوطی کے ساتھ اس کے لین دین سے گریز کر لیا جائے۔

ب: تمام معاشرے میں عموماً اور اپنے اپنے حلقۂ اثر کی حد تک خصوصاً اس کی مذمت کی جائے، مسلمانوں کے دینی شعور اور مذہبی حس کو بیدار کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے اور اس سلسلہ میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں ہونا چاہیے۔ جو لوگ مجاہدہ سے کام لے کر سادگی کے ساتھ شادی بیاہ کریں ان کی مناسب طریقے سے حوصلہ افزائی کی جائے اور جو لوگ اسی رسمِ بد پر عمل پیرا ہوں، اعتدال و میانہ روی کے ساتھ اُن کے اس عمل کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ اس طرح کرنے سے اُمید کی جاتی ہے کہ کچھ ہی عرصہ میں یہ رسمِ بد ختم یا کم ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ امتِ مرحومہ کو رسوم و رواج کے نرغہ سے نکال کر سیادت و قیادت کے منصب پر سرفراز فرمائیں۔

حواشی

١-مصنف عبدالرزاق، باب وجوب النكاح وفضله، ج٦ ص١٧٣.

٢-السنن الكبرى للبيهقي، بابُ مَن غَصَبَ لَوحًا فأدخَلَه في سَفينَةٍ أو بَنَىٰ عَلَيه جدارًا، ج١٢ ص٦٢.

٣-البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر، ج٣ ص٢٠٠.

٤-الدر المختار وحاشية ابن عابدين، كتاب النكاح، باب المهر، ج٣ ص١٥٦.